محمد شہباز
لیکچرار اُردو، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، سول لائنز، لاہور
محمد ابرار صدیقی
اسکالر ایم فل، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

اسلام میں "مزاح" کے حدود و تعیّنات

Muhammad Shahbaz
Lecturer, Department of Urdu, Govt. Islamia College Civil Lines, Lahore.
Muhammad Abrar Siddiqui
MPhil Scholar, NUML, Islamabad.

Limitations and Parameters of humour in Islam

Islam is a complete code of life which provides eternal guidance to the faithful in all walks of life. Islam has very definite stance with regards to what permissible as far as satire and humour are concerned. In this context, the writer has tried to convey to the reader that how far Islam permits its followers to mirthy and where even these positive emotions are no more permitted under Islam. Further, an effort has been made to present Holy Prophet's (P.B.U.H) manner of smile and Islamic concept of humour in a research oriented mode.

Key Words: *Islam, smile and joke, prophets, Quranic verses, dictates of religon, smile of Holy Prophet (ﷺ)*

اسلام ایک ایسا لاثانی ضابطۂ حیات ہے، جو زندگی کی ہر ڈگر پر اہلِ ایمان کو مکمل راہ نمائی فراہم کرتا ہے۔ انسان کے فطری جذبات، یعنی خوشی و غمی کا کوئی لمحہ ہو، اسلام ہر ایک کی حدود و قیود کو واضح انداز میں پیش کرنے کو یقینی بناتا ہے، تاکہ کوئی بھی مسلمان مسرت یا رنج و محن کے موقع پر دین کے طے شدہ دائرۂ کار سے تجاوز نہ کرے۔ اِسی لیے تہذیبِ اسلامی میں ہنسی کی بلند آہنگی اور بے محابا متشدّد قہقہوں کو عزت و وقار کے برعکس، جب کہ شریفانہ ہنسی یا تبسّم کو انسان کی ایک فطری عادت کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔[1] اِس تناظر میں اہلِ ایمان پر لازم ہے کہ وہ خوش طبعی اور پند و نصیحت کے لیے جھوٹ، من گھڑت اور افسانوی واقعات و لطائف کے بجائے قرآن و سنت سے روشنی حاصل کر کے اپنے اخلاق اور ذہن و فکر کی اصلاح کریں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اُموی خلفا کے عہد تک اہلِ

عرب میں طنز و مزاح کا چلن مبادی طور پر بہت کم رہا۔ اِس کا بین ثبوت یہ ہے کہ زمانۂ مذکور میں لوگ اپنی اولاد کو مزاح و ظرافت سے اِس طرح منع کیا کرتے تھے، جیسے آج کے دور میں بچوں کو گناہ کے کاموں سے بچنے کی تلقین کی جاتی ہے۔[۲]

مختصر یہ کہ اسلام فضول قسم کے ہنسی مذاق اور طعن و تشنیع کو اچھی نظروں سے اِس لیے نہیں دیکھتا کہ اِس سے کئی طرح کے اخلاقی مفاسد و معائب، یعنی نفّاق، کینہ، بغض اور عداوت ایسے منفی جذبات انسان کے قلب و ذہن میں گھر کر لیتے ہیں۔[۳] دوسرے یہ امر بھی سائنسی تحقیق سے پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ مسکرانے سے انسانی خلیوں اور عضلات پر بہت مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں، خاص طور پر ذہنی تناؤ کم ہوتا ہے، انسان تن درست و توانا رہتا ہے، جس سے عمر میں اضافہ اور بڑھاپا دیر سے آتا ہے، گویا مزاح و ظرافت سے جہاں انسان میں قوّت و توانائی پیدا ہوتی ہے تو وہاں مزاح انسان کو ناامیدی و یاسیت سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔[۴] مزید بحث سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہنسی مذاق کے اظہار کے بارے میں قرآن کریم کا نقطۂ نظر احاطۂ تمام سے بیان کیا جائے، تاکہ مقصد کا حصول ممکن ہو سکے۔ قرآن مجید کی سورۃ النجم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَى﴾ [۵]

ترجمہ: اور وہی (خوشی دے کر) ہنساتا ہے اور (غم دے کر) رُلاتا ہے۔

اوّل تو یہ کہ وہی رب العالمین ہے، جس نے انسان میں ہنسنے اور رونے کے خصائص ودیعت فرمائے۔ دوّم وہی اللہ ہے، جس نے اہلِ جنّت کو جنّت میں بھیج کر ہنسایا (خوش کیا) اور اہلِ جہنّم کو دوزخ میں ڈال کر خوب رُلایا۔ تیسرے یہ کہ اُسی اللہ نے اِس دنیا میں جسے چاہا خوشی دے کر ہنسایا اور جسے چاہا غم دے کر رونے پر مجبور کر دیا۔ گویا بندوں میں ہنسنے اور رونے کا مادہ اور اُن کے اسباب بھی اُسی نے ودیعت کیے ہیں۔ اِس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ اچھی یا بُری قسمت اور خوشی و غم کا سر رشتہ دونوں کے اسباب اُسی کے ہاتھ میں ہیں، کسی کو اگر فرحت و انبساط کی دولتِ فراواں نصیب ہوئی ہے تو وہ اُسی کے دم سے ہے اور اگر کسی کو غم و آلام سے سابقہ پیش آیا ہے تو اُس کا نزول بھی اُسی کی مشیّت سے ہے، کوئی دوسری ہستی اِس کائنات میں ایسی نہیں، جو نصیبوں کے بنانے اور بگاڑنے میں کسی قسم کا دخل رکھتی ہو۔[۶]

بلاشبہ خوشی اور غم دو ایسی متضاد کیفیات ہیں، جن کا اظہار مختلف طریقوں اور درجات میں کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اِن کیفیات کا اپنے ابتدائی درجات سے لے کر آخری درجہ تک نہ صرف یہ کہ ذکر کیا گیا ہے، بل کہ

ان کے واضح اور مفصّل احکامات بھی بیان فرما دیے گئے ہیں۔ یقیناً خوشی ہی ہنسی کا پیش خیمہ اور سبب ہے۔ خوشی کی ابتدائی کیفیت "فرحت" ہے، اِسی لیے انسان مسرت و انبساط کے حصول کے لیے نوع بہ نوع ذرائع اور طریق ہائے کار استعمال میں لاتا ہے، تاہم چہرہ، ہاتھ اور آواز کی مختلف بناوٹوں سے اظہارِ مسرت انسانی مزاج کے بنیادی عناصر ہیں، یہی وجہ ہے کہ دوسروں کے چہروں پر ہنسی و مسکراہٹ کے رنگ بکھیرنے کے لیے انسان کبھی اشیا کا سہارا لیتا ہے تو کبھی اشارات و کنایات کا۔ عربی زبان میں اِن مختلف طریقوں کو مختلف ناموں سے پہچانا جاتا ہے۔

بغیر آواز کے منہ کے ذریعے انتہائی خفیف اظہارِ مسرت جس میں صرف سامنے کے دانت نظر آئیں، اِس خاص صورتِ حال کو لغت میں "تبسّم" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔(۷) قرآنِ کریم نے سورۃ النمل میں ایک مقام پر اِس کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام، جنھیں اللہ تعالیٰ نے چرند پرند، جن و انس اور زمین و آسمان کی مخلوقات کی سرداری عطا فرمائی تھی، جس کی بنیاد پر آپ علیہ السلام جنّوں، پرندوں اور چیونٹیوں تک کی زبان سمجھ لیتے تھے۔ اِسی حوالے سے قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ جب چیونٹیوں کی ملکہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کو اپنی طرف آتا دیکھ کر دیگر چیونٹیوں کو بلوں میں گھس جانے کا مشورہ دیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹی کی بات سن کر ہنس دیے:

﴿فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ﴾(۸)

ترجمہ: تو وہ (یعنی سلیمان علیہ السلام) اُس (چیونٹی) کی بات سے ہنسی کے ساتھ مسکرائے اور عرض کیا: اے پروردگار! مجھے اپنی توفیق سے اِس بات پر قائم رکھ کہ میں تیری اِس نعمت کا شکر بجالاتا رہوں، جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمائی ہے اور میں ایسے نیک عمل کرتا رہوں، جن سے تو راضی ہوتا ہے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے خاص قرب والے نیکوکار بندوں میں داخل فرمالے۔

ابو اسحاق لکھتے ہیں کہ عام طور پر انبیا علیہم السلام کا ضحک تبسّم ہوتا ہے۔ یہاں "ضاحکا" کے الفاظ اِس لیے لائے گئے ہیں کہ یہاں تبسّم سے مراد ضحک ہے۔(۹) گویا ابو اسحاق کے بیان سے مراد یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا

ضحک ابتدائی درجے کا (خفیف ضحک) تھا۔ چناں چہ اِس آیت کا مطلب ہو گا کہ سلیمان علیہ السلام ہلکے سے مسکرائے یا تھوڑے سے ہنسے۔ یہاں ضحک کے معنی تبسّم کے قریب قریب ہیں۔ "ضحک" ہنسی کی وہ قسم ہے، جس میں سامنے کے دانت نظر آنے کے علاوہ خفیف نوعیت کی آواز بھی منہ سے نکلتی ہے۔ قرآنِ کریم میں اِس کا تذکرہ مختلف مقامات پر مختلف انداز سے کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ ضحک فی نفسہٖ تو جائز ہے، لیکن قرآنِ کریم نے بعض مقامات پر اِس سے منع بھی فرمایا ہے۔ اِس اعتبار سے "الضحک" کے دو پہلو، یعنی "ضحک کا مقامِ جواز" اور دوسرا "ممنوعہ ضحک" جنم لیتے ہیں۔

بلاشبہ اسلام جذبۂ نشاط کی سیر ابی کا ضامن ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مسلمان کو قواعد و ضوابط کے حصار سے انضباط کی دولتِ فراواں بھی عطا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں مزاح صرف اُسی حد تک جائز قرار دیا گیا ہے، جس سے خوشی حاصل ہوتی ہو اور اخلاق پر برا اثر نہ پڑتا ہو۔ مزید یہ کہ اسلام مزاجِ انسانی پر مثلِ غنیم قہر بن کر اُسے بیخ و بن سے اُکھاڑ پھینکنے کے بجائے اُس کے ساتھ فطرت و حقیقت کے مطابق سلوک کرتا ہے۔[۱۰] اِس لیے جہاں تک "ضحک" کے مقامِ جواز کا تعلّق ہے تو خوشی کے وقت ہنسنے کو کسی حد تک جائز قرار دیا گیا ہے۔ سورۃ عبس میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ﴾[۱۱]

ترجمہ: اُس دن بہت سے چہرے (ایسے بھی ہوں گے جو نور سے) چمک رہے ہوں گے (وہ) مسکراتے ہنستے (اور) خوشیاں مناتے ہوں گے۔

یہ درست ہے کہ خوشی اور غمی انسانی فطرت کی دو ناگزیر اکائیاں ہیں، لیکن اگر مزاح، مذاق، استہزا اور تمسخر کی مبادیات کے باطن میں جھانک کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ سرور و فرحت کے ہی مختلف درجات ہیں۔ واضح رہے کہ انسان کے علاوہ دیگر جان دار بھی اپنے مختلف رویّوں سے خوشی اور غمی کا اظہار کرتے ہیں۔ اسلام نے اِن فطری جذبات پر نہ تو مکمل طور پر قدغن لگا کر اِن کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی ہے اور نہ ہی اِنھیں بالکل آزاد چھوڑ دیا ہے کہ اِن جذبات کا جیسے چاہیں اظہار کرتے پھریں۔ گویا مزاح کے لیے ناگزیر شرط یہ ہے کہ اُس میں کسی کے لیے تکلیف، ضرر، تہمت، غیبت، عیب جوئی اور حقارت کا پہلو کسی بھی حوالے سے موجود نہ ہو۔[۱۲]

ممنوعہ ضحک کے مقامات کا بہ غور جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ ہر وہ ضحک ممنوع ہے، جس میں تمسخر اور مذاق اُڑانے کا پہلو پایا جاتا ہو۔ جیسے سورۃ توبہ میں ضرورت سے زیادہ ہنسنے کی واضح طور پر ممانعت کی گئی ہے:

﴿فَلْيَضْحَكُواْ قَلِيلاً وَلْيَبْكُواْ كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُواْ يَكْسِبُونَ﴾ (۱۳)

ترجمہ: پس اُنھیں چاہیئے کہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں (کیونکہ آخرت میں اُنھیں زیادہ رونا ہے) یہ اُس کا بدلہ ہے، جو وہ کماتے تھے۔

چوں کہ ہنسنا ہنسانا انسانی جبلّت اور عین فطری امر ہے، اِس لیے اسلام اِس فطری عمل پر کوئی قدغن لگانے کے بجائے انسان کے ہر اُس فعل کو خوش آمدید کہتا ہے، جو ایک مسلمان کی شخصیت و کردار کو ہشاش بشاش اور تر و تازہ رکھے۔ نتیجہ معلوم بے رونق اور پژمردہ شخصیت اسلام کی نظر میں سخت ناپسندیدہ اور قابلِ امتناع ہے، لیکن واضح رہے کہ قرآنِ مجید میں سرور و انبساط کی حدود واضح طور پر متعین کر دی گئی ہیں، یعنی کتابِ ہدایت میں فرحت حاصل کرنے کے جائز اور ناجائز ہر دو طرح کے اوامر کو خالقِ کائنات نے کامل صراحت کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔ اہلِ تحقیق نے لکھا ہے کہ قرآنِ مجید میں متعدّد آیات میں فرح کی مذمت کی گئی ہے، مگر بعض مواقع پر محدود و مشروط صورت میں اِس کی اجازت بھی مرحمت فرمائی گئی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اُس نعمت کے ملنے پر جو آخرت میں کام آنے والی ہے، اُس پر فرح کرنا مستحسن ہے۔ قرآنِ کریم کی بے شمار آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ خوشی منانا فی نفسہٖ ایک جائز امر ہے، بل کہ بعض حالتوں میں مستحسن بھی، لیکن کئی مقامات ایسے بھی ہیں، جہاں خوشی منانے پر پابندی عائد کر کے اِسے ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ یوں قرآنِ کریم میں فرحت و انبساط حاصل کرنے کے ناجائز ذرائع کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا ہے۔ اِس کے بر عکس اللہ تعالیٰ کی رضا اور عذابِ الٰہی سے محفوظ ہونے پر خوش ہونے کو جائز و مستحب قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُواْ بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلاَّ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (۱۴)

ترجمہ: وہ (حیاتِ جاودانی کی) اُن (نعمتوں) پر فرحاں و شاداں رہتے ہیں، جو اللہ نے اُنھیں اپنے فضل سے عطا فرما رکھی ہیں اور اپنے اُن پچھلوں سے بھی جو (تا حال) اُن

سے نہیں مل سکے (اُنھیں ایمان اور اطاعت کی راہ پر دیکھ کر) خوش ہوتے ہیں کہ اُن پر
بھی نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

مذکورہ آیت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خوشی اور غم کا تعلّق عمل کے بجائے ردِ عمل سے ہے اور عام طور پر اِس کا اظہار لاشعوری طور پر ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم نے وضاحت کی ہے کہ کبھی نعمتوں کی فراوانی بہ طورِ تنعّم ہونے کے برعکس بہ طورِ آزمائش یا عذابِ الٰہی کا پیش خیمہ بھی ہوتی ہے، لہٰذا انسان کو اپنے اعمال کی طرف نظر رکھنی چاہیے اور غور کرنا چاہیے کہ اُس پر یہ نعمت کس وجہ سے نازل ہو رہی ہے، لیکن اگر دنیوی لذّتوں کے حصول کے بعد انسان میں طغیان و سرکشی اور ناشکری پیدا ہو جائے تو ایسی نعمت پر خوش ہونا قطعاً مذموم ہے۔ گذشتہ اقوام ایسی آزمائشوں پر سرور و فرحت کے شادیانے بجانے میں مدہوش تھیں کہ معاً اُنھیں عذاب نے آلیا:

﴿إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَى فَبَغَى عَلَيْهِمْ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ﴾ (۱۵)

ترجمہ: بے شک قارون موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم سے تھا، پھر اُس نے لوگوں پر سرکشی کی اور ہم نے اُسے اِس قدر خزانے عطا کیے تھے کہ اُس کی کنجیاں (اُٹھانا) ایک بڑی طاقت ور جماعت کو دشوار ہوتا تھا، جب کہ اُس کی قوم نے اُس سے کہا: تو (خوشی کے مارے) غرور نہ کر بے شک اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

خوشی کا ایک طریق دوسروں کو خوش کرنا بھی ہے۔ اسلام کی تصریحات کے مطابق دوسروں کو خوش کرنا اور کسی کے چہرے پر خوشی لانا یقینی طور پر ایک اچھا فعل ہے۔ ایسی ہی خوشی کو اسلام میں صدقہ قرار دیا گیا ہے، تاہم یہ سوال اپنی جگہ پر قائم ہے کہ کس قسم کا مذاق جائز اور کس قسم کا ممنوع ہے۔ اِس امر میں ایک بنیادی نکتہ یہ ہے کہ ہر وہ انبساطیہ کیفیت، جس میں مذاق کرنے کے بجائے کسی کا مذاق اُڑایا جا رہا ہو یا کسی کی عزت و تکریم سے کھیلا جا رہا ہو، اسلام کی نظر میں کسی بھی صورت میں مستحسن نہیں ہے۔ مشرکین و منافقین دین اسلام اور اُس کے متعلّقات کا مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ چار چیزوں کا مذاق اُڑانا اہلِ باطل کا شیوہ رہا ہے:

(۱) انبیا کا مذاق اُڑانا

(۲) قرآنی آیات کا مذاق اُڑانا

(۳) دین کے احکام کا مذاق اُڑانا

(۴) مومنین کا مذاق اُڑانا

مشرکین و منافقین حد سے تجاوز کرتے ہوئے انبیاے کرام علیہم السلام اور شعائرِ اسلام کا سخت الفاظ میں مضحکہ و تفنّن اُڑایا کرتے تھے، جب کہ اُن کے مقابلے میں اہلِ اسلام اور مومنین کو اللہ کی طرف سے صبر و تحمّل کی تلقین فرمائی گئی تھی اور ردِ عمل کے طور پر کچھ نہ کرنے کا درس دیا گیا تھا۔ قرآنِ کریم نے اِس موقع پر واضح کیا کہ قیامت کے دن ایسے لوگوں کو اُن کے مذاق اُڑانے کا بدلہ اُسی صورت میں دیا جائے گا، جو وہ دنیا میں کرتے رہے۔ مزید یہ کہ قیامت کے دن اُن کی حالت ایسی ہوگی کہ اُن پر ہنسی آئے گی اور مومنین اُن پر ہنسیں گے:

﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِؤُونَ﴾ (۱۶)

ترجمہ: اور بے شک آپ سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ مذاق کیا گیا، سو اُن لوگوں میں سے اُنھیں جو تمسخر کرتے تھے اُسی (عذاب) نے گھیر لیا، جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے۔

مزید ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُواْ مِنْهُ قَالَ إِن تَسْخَرُواْ مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ﴾ (۱۷)

ترجمہ: اور نوح (علیہ السلام) کشتی بناتے رہے اور جب بھی اُن کی قوم کے سردار اُن کے پاس سے گزرتے تو اُن کا مذاق اُڑاتے۔ نوح (علیہ السلام اُنھیں جواباً) کہتے: اگر (آج) تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو (کل) ہم بھی تم سے تمسخر کریں گے، جیسے تم تمسخر کر رہے ہو۔

کافروں کا لڑنا جھگڑنا ہمیشہ باطل دلائل کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ باطل تکرار سے حق کو ڈگمگانے کی کوشش کرتے ہیں، وہ اللہ کی نشانیوں اور انبیا کا مذاق اُڑاتے ہیں، لیکن یاد رہے کہ مذاق اُڑانے سے حقائق تبدیل نہیں ہوتے۔

منافقین و کفار انبیا کا مذاق اُڑانے کے ساتھ ساتھ اپنی باطنی خباثت کی وجہ سے قرآنی آیات کا بھی تمسخر اُڑایا کرتے تھے۔ اِس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّهِ يُكَفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلاَ تَقْعُدُواْ مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُواْ فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ إِنَّ اللّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا﴾ [۱۸]

ترجمہ: اور بے شک (اللہ نے) تم پر کتاب میں یہ (حکم) نازل فرمایا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے اور اُن کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے تو تم اُن لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو، یہاں تک کہ وہ (انکار اور تمسخر کو چھوڑ کر) کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں۔ ورنہ تم بھی اُنھی جیسے ہو جاؤ گے۔ بے شک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں جمع کرنے والا ہے۔

اِس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی تمام مجالس، جن میں کتابِ الٰہی کا انکار کیا جائے اور اُس کی آیتوں کا مذاق اُڑایا جائے، اُن میں شرکت کرنے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اور تاکید کی گئی ہے کہ جو شخص ایسی مجالس میں شرکت کرے گا، وہ بھی گناہ میں برابر کا شریک گنا جائے گا[۱۹]، یعنی منع کرنے کے باوجود بھی اگر کسی ایسی مجلس میں، جہاں آیات الٰہی کا استہزا کیا جا رہا ہو، اُس میں شامل ہونے والے بھی گناہ میں برابر کے شریک سمجھے جائیں گے۔[۲۰] ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِؤُونَ﴾ (۲۱)

ترجمہ: اور اگر آپ اُن سے دریافت کریں تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ہم تو صرف (سفر کاٹنے کے لیے) بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ فرما دیجیے: کیا تم اللہ اور اُس کی آیتوں اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مذاق کر رہے تھے۔

نجی محفلوں میں منافقین آیاتِ الٰہی اور مومنین کا مذاق و استہزا اُڑایا کرتے تھے، حتیٰ کہ اِس ضمن میں وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں بھی (نعوذ باللہ) گستاخانہ کلمات کہنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ اِن باتوں کی اطلاع کسی نہ کسی طرح سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پھر اُن کے توسط سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہو جاتی تھی، لیکن جب اُن سے دریافت کیا جاتا تو وہ صاف انکار کر دیتے اور کہتے کہ ہم تو یوں ہی آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تمھارے سامنے اللہ کی آیات اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہ گیا ہے؟ یعنی اگر یہ تمھارا باہمی ہنسی مذاق ہوتا تو آیاتِ قرآنی اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں کیوں آتے۔ یہ یقیناً اُس خبث اور نفاق کا اظہار ہے، جو آیاتِ قرآنی اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تمھارے دلوں میں موجود ہے۔ یہ لوگ قیامت کے دن جس قسم کے انجام سے دوچار ہوں گے، اِس کا حوالہ دے کر اُن سے کہا جائے گا کہ یہ مصیبت اچانک تمھارے سروں پر نازل نہیں ہوئی، بل کہ یہ سب کچھ تمھارا ہی کیا دھرا ہے، کیوں کہ تم اللہ کی آیتوں کا مذاق اُڑایا کرتے تھے اور دنیا کی زندگی نے تمھیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ (۲۲)

دینِ اسلام میں مذہبی احکام کا تمسخر و استہزا اُڑانے کی سخت ممانعت کی گئی ہے اور جو کوئی ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اِس حوالے سے دردناک عذاب کا عندیہ سنایا ہے:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النَّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلاَ تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لَّتَعْتَدُواْ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلاَ تَتَّخِذُوَاْ آيَاتِ اللّهِ هُزُوًا وَاذْكُرُواْ نِعْمَتَ اللّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُم بِهِ وَاتَّقُواْ اللّهَ وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (۲۳)

ترجمہ: اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدّت (پوری ہونے) کو آپہنچیں تو اُنھیں اچھے طریقے سے (اپنی زوجیت میں) روک لو یا اُنھیں اچھے طریقے سے چھوڑ دو اور اُنھیں محض تکلیف دینے کے لیے نہ روکے رکھو کہ (اُن پر) زیادتی کرتے رہو، اور جو کوئی ایسا کرے پس اُس نے اپنی ہی جان پر ظلم کیا، اور اللہ کے احکام کو مذاق نہ بنالو اور یاد کرو اللہ کی اُس نعمت کو جو تم پر (کی گئی) ہے اور اُس کتاب کو جو اُس نے تم پر نازل فرمائی ہے اور دانائی (کی باتوں) کو (جن کی اُس نے تمھیں تعلیم دی ہے) وہ تمھیں (اِس امر کی) نصیحت فرماتا ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی آیات کو کھیل بنانے سے مراد ایک بات تو یہ ہے کہ نکاح اور طلاق کے لیے اللہ تعالیٰ نے قواعد ضوابط مقرر فرما دیے ہیں، لہٰذا کسی بھی صورت میں اُن کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔ اِس ضمن میں حضرت ابو درداؓ سے منقول ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں بعض لوگ اپنی بیویوں کو طلاق دے کر مکر جاتے تھے کہ میں نے تو ہنسی مذاق میں طلاق دی تھی، میری طلاق یا عتاق کی نیت نہ تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی [۲۴] اور جتلا دیا کہ اِس ہنسی کے بدلے تمھیں بہت خفّت اُٹھانا پڑے گی اور عاقبت میں بھی تم سے اِس ہنسی کا مواخذہ کیا جائے گا۔ اِسی امر کے پیشِ نظر آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں، جن میں کوئی کام ہنسی کے طور پر کرنا یا واقعی طور پر کرنا دونوں برابر ہیں۔ ایک طلاق، دوسرے عتاق اور تیسرے نکاح، یعنی اِن تینوں معاملات میں ہنسی مذاق کا عذر قابلِ قبول نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ اوامر کو آیاتِ الٰہی سے استہزا قرار دیا، جس سے مقصود اُنھیں اِس بات سے روکنا تھا۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ الَّذِينَ اتَّخَذُواْ دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُواْ الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُواْ اللّهَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلاَةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لاَّ يَعْقِلُونَ﴾[۲۵]

ترجمہ: اے ایمان والو! ایسے لوگوں میں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی، اُن کو جو تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنائے ہوئے ہیں اور کافروں کو دوست مت بناؤ اور اُس سے ڈرتے رہو بہ شرطیکہ تم (واقعی) صاحبِ ایمان ہو اور جب تم نماز کے لیے (لوگوں کو بہ صورتِ اذان) پکارتے ہو تو یہ (لوگ) اُسے ہنسی اور کھیل بنا لیتے ہیں۔ یہ اِس لیے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو (بالکل) عقل ہی نہیں رکھتے۔

یہودی اسلامی عبادات کا مذاق اُڑایا کرتے تھے، جب کہ کفّار کا تو مشغلہ ہی یہ تھا کہ اسلام کی ہر چیز کا تمسخر اُڑایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسے ہی لوگوں سے محبت اور دوستی کے روابط قائم کرنے سے منع فرمایا ہے، یعنی ایسے کفر نواز لوگوں کی اللہ کو ضرورت نہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ اسلام کا نظامِ زندگی اتحاد و یگانگت پر قائم ہے، جو متنازع اور مختلف فیہ جماعتوں میں اتّفاق و اتحاد کا موجب بنتا ہے، لیکن جب تمسخر اور استہزا کی آندھی چل پڑے تو اسلامی معاشرے کی بنیادیں ہل جاتی ہیں۔ اعدائے اسلام ایسے میں اہلِ اسلام پر غالب آ جاتے ہیں، اِسی لیے قرآنِ مجید میں ایک دوسرے کا تمسخر اُڑانے سے منع کیا گیا ہے۔ بہ نظرِ غائر دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ مسلمانوں کی وحدت کے قیام اور فرقہ بندی کی وبا سے بچاؤ کے متعلّق قرآنی منہج کتنا عظیم الشان اور قابلِ لحاظ ہے۔ ایسی تمام باتیں جن سے اسلامی معاشرہ کا امن و سکون غارت ہوتا ہو، دلوں سے ایک دوسرے کا احترام جاتا رہے اور انسان عداوت و دشمنی کی گہری کھائی میں جا گرے تو ایسی ہنسی مذاق سے پرہیز ضروری ہے، اِس لیے کسی کا زبان سے، نقلیں اُتار کر، منہ چڑا کر یا کسی کے لباس و گفتار کو موضوع بنا کر کسی کی عزت و ناموس سے کھیلنا اسلام میں قطعی طور پر ممنوع ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَومٌ مِّن قَوْمٍ عَسَى أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَى أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيْمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (۲۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اُڑائے ممکن ہے وہ لوگ اُن (تمسخر کرنے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں ہی دوسری عورتوں کا (مذاق اُڑائیں) ممکن ہے وہی عورتیں اُن (مذاق اُڑانے والی عورتوں) سے بہتر ہوں اور نہ آپس میں طعنہ زنی اور الزام تراشی کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کے بُرے نام رکھا کرو، کسی کے ایمان (لانے) کے بعد اُسے فاسق و بدکردار کہنا بہت ہی برا نام ہے، اور جس نے توبہ نہیں کی سو وہی لوگ ظالم ہیں۔

قرآنِ مجید میں اہلِ ایمان سے تمسخر و استہزا کرنے والوں کے بُرے انجام کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ روزِ جزا اُسی گھٹیا حالت میں ہوں گے، جس حالت میں وہ اِس دنیا میں ایمان والوں کو بزعمِ خویش سمجھا کرتے تھے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُواْ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ﴾ (۲۷)

ترجمہ: بے شک مجرم لوگ ایمان والوں کا (دنیا میں) مذاق اُڑایا کرتے تھے۔

اِس سے مراد یہ ہے کہ ابو جہل، ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل ایسے منافقین و ظالمین، دائرہ اسلام میں داخل ہو جانے والوں کو مکہ کی گلیوں میں آتے جاتے غرور و نخوت کے انداز میں اُن کا مذاق اُڑایا کرتے تھے اور آپس میں اللہ کو ماننے والوں کے بارے میں ایک دوسرے کی طرف آنکھوں سے اشارے کر کے اُن کی تضحیک کیا کرتے تھے۔ اُن کی عیب جوئیاں خوب چٹخارے لے لے کر بیان کیا کرتے تھے۔ قیامت کے دن اِنھی لوگوں کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ لوگ وہ مجرم ہیں، جو دنیا میں مومنوں کی ہنسی اُڑایا کرتے تھے، یعنی دنیا کی جاہ و حشمت اور عزت و مال پر رعونت اختیار کرنے والے اور غریبوں کا استہزا اُڑانے والوں کی حقیقت روزِ قیامت اُن کی آنکھوں کے سامنے خود بخود عیاں ہو جائے گی۔ اِس ضمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو لوگ کسی مومن مرد یا

عورت کو اُس فقر و فاقہ کی وجہ سے ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ایسے لوگوں کو اوّلین و آخرین کے مجمع میں ذلیل و رسوا فرمائیں گے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ ختم الرسل، افضل البشر، فخر وجودات، احمدِ مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرتِ مطہرہ اور حیات طیبہ ہر مسلمان کے لیے بہترین اُسوۂ حسنہ ﷺ ہے۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی کو بسر کرنے کے لیے ہمیں ہر شعبۂ زیست میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی راہ نمائی کی حاجت ہے۔ حضور ﷺ نے حیاتِ انسانی کے ہر شعبے میں مکمل ہدایت اور مثالی اعمال کے ذریعے اہلِ دنیا کو سیدھا راستہ دکھایا۔ ہنسنا، مسکرانا، خوشی کا اِظہار کرنا، بشاشت کے ساتھ کسی کو ملنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہنسی مذاق کرنا، یہ وہ اوصافِ حمیدہ ہیں، جو آنحضور ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کا ہی ایک حصّہ تھے، گویا نبیِ مہربان حضرت محمد ﷺ بہ ذاتِ خود انتہائی خوش مزاج، اعلیٰ ظرف، خوش طینت اور انیسِ محفل تھے۔(۲۸) دین اسلام کا یہ اعجاز ہے کہ ساڑھے چودہ سو برس سے زائد کا عرصہ گزر جانے کے باوجود آج بھی اسلام کے ہر پہلو سے متعلّقہ تمام تر تعلیمات بڑی ذمہ داری سے محفوظ چلی آرہی ہیں اور الحمد اللہ یہ سلسلہ بہ طریقِ توارث آج بھی جاری ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (۲۹)

ترجمہ: فی الحقیقت تمھارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونہ (حیات) ہے۔

دین اسلام میں آپ ﷺ کی شخصیت و کردار سے بڑھ کر بہترین اور قابلِ تقلید نمونہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ گوناگوں دینی و دنیوی مسائل اور اِس راہ میں پیش آنے والی مشکلات کے باوجود آپ ﷺ کے ہونٹوں پر ہمیشہ مسکان کھیلا کرتی تھی۔ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ نہ صرف ایک فطری زندگی بسر فرمایا کرتے تھے، بل کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خوشی کے لیے فرحت و انبساط کی باتوں میں بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ کھیل تماشے اور تبسّم و فرحت بھی فرمایا کرتے تھے، اُن سے کہانیاں سنا کرتے تھے۔ بخاری شریف ہی کی ایک اور روایت ہے کہ آپ ﷺ سیّدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مل کر دوڑ لگایا کرتے تھے، اِس دوڑ میں کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیت جاتیں اور کبھی آپ ﷺ۔ کون نہیں جانتا کہ آپ ﷺ اپنی پشت مبارک پر اپنے نواسوں (سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ) کو سوار کیا کرتے تھے، اُن کے ساتھ کھیلتے اور اُن کی باتیں بڑے شوق سے سنا کرتے تھے۔

جہاں آپ ﷺ اُمت کے غم میں رونے والے تھے، وہاں آپ ﷺ انتہائی خوش مزاج اور ہنس مکھ انسان بھی تھے، گویا آپ ﷺ کذب سے اغراض کرتے ہوئے خوب صورت طریق پر مزاح بھی فرمایا کرتے تھے۔ کتبِ حدیث میں بارہا حضور اکرم ﷺ کی نسبت "تبسّم" اور "ضحک" کے الفاظ وارد ہیں۔(۳۰) واضح رہے کہ آپ ﷺ کا ہنسنا صرف تبسّم فرمانا ہوتا تھا، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی بات پر ہنستے تو آپ ﷺ بھی اُن کے ساتھ تبسّم فرماتے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بن یزید فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی آپ ﷺ کو ہنستے نہیں دیکھا، بل کہ آپ ﷺ تو مسکرایا کرتے تھے۔ حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ تمام لوگوں میں زیادہ ہنس مکھ اور سب سے اچھی طبیعت کے مالک تھے۔

حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جب آپ ﷺ اپنی ازواج کے ساتھ تنہائی میں ہوتے تو کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ تمھارے آدمیوں کی طرح آپ ﷺ بھی عام انسان تھے، مگر آپ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ بزرگ اور نرم خو تھے اور آپ ﷺ تبسّم فرمایا کرتے تھے، لیکن آپ ﷺ کبھی کھلکھلا کر، یعنی اونچی آواز سے نہیں ہنستے تھے، بل کہ آپ کی مسکراہٹ محض تبسّم یا خندۂ مبارک سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔(۳۱) حضور اکرم ﷺ نے اُمتِ محمدی ﷺ کو خندہ پیشانی، بشاشت اور عمدہ گفتگو کرنے کی روِش اختیار کرنے کی تلقین کی، تاکہ اہلِ اسلام کے قلوب آپس میں شیر و شکر ہو جائیں۔ ایک جگہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا بھی تیرے لیے صدقہ شمار ہو گا۔ سیّدنا عبد اللہ ابنِ حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے زیادہ خوش طبعی کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ بعینہٖ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ ہم سے مزاح بھی فرما لیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، مگر میں غلط بات نہیں کہتا۔ آنحضور ﷺ کی خوش مزاجی اور نشاطِ طبع کے مختلف انداز و اطوار صحیح اسانید سے ثابت ہیں، جن میں سے چند ایک مثالیں پیش ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ ہمارے گھر میں موجود تھے۔ میں نے اُن کے لیے حریرہ تیار کیا۔ پھر میں نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو حریرہ کھانے کے لیے پیش کیا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ حریرہ مجھے پسند نہیں۔ میں نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا کھاؤ ورنہ میں اِسے تمھارے چہرے پر مل دوں گی۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے مکرر انکار کیا تو میں نے حریرہ

اُن کے چہرے پر مل دیا۔ آپ ﷺ بھی ہم دونوں کے درمیان تشریف فرما تھے ۔ آپ ﷺ تھوڑا سا جھک گئے، تاکہ سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا بھی میرے چہرے پر حریرہ مل سکیں۔ چناں چہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے حریرہ لیا اور میرے چہرے پر مل دیا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر آپ ﷺ مسکراتے رہے۔

۲۔ ایک دفعہ بہ طورِ مزاح رسول اللہ ﷺ نے ایک صاحب سے پوچھا، بتاؤ تمھارے ماموں کی بہن تمھاری کیا لگی؟ وہ صاحب سر جھکا کر سوچنے لگے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مسکرا کر فرمایا: ہوش سے کام لو، کیا تمھیں اپنی ماں بھول گئی، وہی تو تمھارے ماموں کی بہن ہے۔

۳۔ ایک صحابی رسول ﷺ حضرت حبان رضی اللہ عنہ بن منقد انصاری، جو تجارت کے پیشے سے منسلک تھے، ایک مرتبہ تجارت میں اُن کے ساتھ دھوکا ہو گیا۔ لہٰذا وہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ نبیِ پاک ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا آئندہ جب بھی تجارت کرو تو سودا کرنے سے پہلے کہہ دیا کرو کہ دھوکا نہیں چلے گا۔

۴۔ ایک روز رسول اکرم ﷺ غسل فرما کر تشریف لائے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آتے ہی نبی کریم ﷺ کے گیلے جسم پر محبت سے جو کا آٹا مل دیا اور منہ پر کپڑا رکھ کر ہنسنے لگیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا عائشہ رضی اللہ عنہا یہ کیا ہے؟ محترمہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہنستے ہوئے بولیں، آپ ﷺ نے خود ہی تو فرمایا تھا کہ جو کا آٹا ملنے سے جسم صاف ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب سن کر مسکرانے لگے اور دوبارہ غسل فرما کر جسم صاف کر لیا۔

۵۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ایک لکڑی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف پھینکی، جو آپ رضی اللہ عنہا کے پاؤں پر لگی۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے چوٹ محسوس کی اور زیرِ لب مسکراتے ہوئے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا بدلہ لینا جائز ہے؟ آپ ﷺ جان گئے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بدلہ لینے کا ارادہ رکھتی ہیں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جائز تو ہے، مگر اتفاقی حادثہ پر نہیں ۔ اِس کے بعد آپ ﷺ اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دیر تک مسکراتے رہے۔

۶۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ جنّت البقیع سے لوٹے تو میرے سر میں درد تھا۔ میں نے کہا کہ ہائے میرا سر! آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کوئی بات نہیں اگر اِس دردِ سر سے آپ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو میں آپ رضی اللہ عنہا کو کفن دوں گا اور آپ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ پڑھ کر آپ رضی اللہ عنہا کو دفن

کر دوں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ میرے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں اور بیوی لائیں؟ یہ سن کر نبیِ مہربان صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے۔

۷۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے استفساراً عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج کا سارا دن کہاں رہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس۔ میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے سیر نہیں ہوتے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی خشک طبیعت یا راہبانہ فکر وخیال کے حامل افراد نہ تھے، بل کہ اُن کی محافل و مجالس جہاں خوف و خشیتِ الٰہی سے لبریز ہوتی تھیں، وہیں مزاح کے پُر بہار لمحات سے بھی معمور ہوتی تھیں، گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ نمائی میں نشوونما پانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح شائستہ انداز میں ہنسی مذاق کی باتوں سے محظوظ ہوا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں خوش طبعی، متانت و وقار اور مزاح کی حِس بھی موجود تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھ کر مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے باہر نکلے تو راستے میں سبطِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا۔ سیّدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اُس وقت بہت کم سِن تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی قریب ہی موجود تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو فرطِ محبت سے کاندھے پر اُٹھالیا اور فرمایا کہ میرا باپ تجھ پر قربان ہو۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل ہو، علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنا تو ہنس پڑے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسے سخت گیر انسان بھی ہنسی مذاق فرمایا کرتے تھے۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے ازراہِ تفنّن اپنی لونڈی سے فرمایا کہ مجھے شریفوں کے خالق نے پیدا کیا ہے اور تمھیں بدمعاشوں کے خالق نے۔ اِس بات پر وہ لونڈی کبیدہ خاطر ہوگئی۔ سیّدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ شریفوں اور بدمعاشوں کا خالق الگ الگ تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ مجھے اور تمھیں، یعنی ہم دونوں کو اللہ نے ہی پیدا کیا ہے۔ سیّدنا عمر ابنِ خطاب رضی اللہ عنہ کا قولِ مبارک ہے کہ جس نے حد سے زیادہ مزاح سے کام لیا، اُس نے اپنے آپ کو بے وزن کر لیا، جو زیادہ مذاق کرتا ہے، لوگ اُس کی تعظیم نہیں کرتے۔ جو زیادہ بولتا ہے، وہ اکثر غلطیاں کرتا ہے اور جو زیادہ غلطیاں کرتا ہے، اُس میں حیا کم ہو جاتی ہے اور جس کی حیا کم ہو جاتی ہے، اُس میں خوفِ خدا باقی نہیں رہتا اور اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ مزاح کو مزاح کیوں کہتے ہیں،

اُنھوں نے جواب دیا: نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مزاح دراصل مشتق ہے زح سے، جس کے معنی دُوری کے ہیں؛ اِس سے معلوم ہوا کہ مزاح، انسان کو حق سے دُور کر دیتا ہے۔(۳۲)

سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح جسم اُکتا جاتے ہیں، اِسی طرح دل بھی اُکتا جاتے ہیں۔ دل کی اُکتاہٹ دُور کرنے کے لیے حکمت سے پُر لطیفے تلاش کیا کرو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا کہ دل کو تھوڑی تھوڑی دیر میں آرام اور تفریح دیا کرو، کیوں کہ دل میں اگر کراہیت آگئی تو دل اندھے ہو جائیں گے۔ ایک اور مقام پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خوش طبعی میں کوئی حرج نہیں، کیوں کہ انسان اِس کے ذریعے تُرش روئی کی حد سے نکل جاتا ہے۔ سیّدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کھیل تماشے کے ذریعے اپنے آپ کو طاقت فراہم کرتا ہوں، تاکہ حق کے کام کرنے کے لیے میں چست اور پھرتیلا رہوں۔ مشہور تابعی ابنِ سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مذاق کیا کرتے تھے ؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ وہ بھی تو انسان ہی تھے۔ غرض کہ قرآن و حدیث میں کوئی ایسی دلیل نہیں ملتی، جس سے ہنسنے ہنسانے اور مذاق کرنے کی ممانعت ثابت ہو۔ اِس کے برعکس پُر لطف گفتگو کرنا اور ہنسنا ہنسانا ایک جائز کام ہے، جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعینِ عظام، تبع تابعین اور سلف و صالحین کے عملی نمونوں سے واضح ہوتا ہے۔ اسلام میں ہنسی مذاق کے جن حدود و قیود، قواعد و ضوابط اور ادب و آداب کا علم ہوتا ہے، وہ مختصر بیان کیے جاتے ہیں:

۱۔ جھوٹی باتوں سے لوگوں کو ہنسانے سے منع کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں اُس شخص کو جنّت کے لیے عالی شان محل کی ضمانت دیتا ہوں، جس نے ہنسی مذاق میں بھی جھوٹ چھوڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ اُس شخص کے لیے ہلاکت ہے جو بات کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے، تاکہ لوگوں کو ہنسائے، اُس کے لیے ہلاکت ہے، ہلاکت ہے۔

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ریاح خارج ہونے پر ہنسنے سے ممانیت کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک کام جو تم میں سے ہر شخص کرتا ہے، بھلا وہ دوسروں کے اُسی کام پر کیوں ہنستا ہے؟

۳۔ ہنسی مذاق میں کسی کا سامان نہ ہتھیا لیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا سامان نہ ہتھیالے، نہ مذاق میں اور نہ سنجیدگی سے۔

۴۔ سنجیدہ حالات و کیفیات کے دوران مذاق نہ کیا جائے، یعنی ایسے موقع پر کسی کی ہنسی نہ اُڑائی جائے، جہاں رونے کا مقام ہو، کیوں کہ ہر کام کا ایک مناسب وقت ہوتا ہے۔

۵۔ ہنسی مذاق حد اور اعتدال کے اندر رہ کر کیا جائے۔

۶۔ ہنسی مذاق میں پھوہڑپن اور فحش گوئی سے پرہیز کیا جائے۔

۷۔ ہنسی مذاق میں کسی کی دل شکنی نہ ہو۔

۸۔ مزاح دل کی آسودگی کے لیے ہو، نیز دوست احباب سے موانست و ملاطفت مقصود ہو۔

۹ ۔ہنسی مذاق کے ذریعے کسی کی تحقیر نہ کی جائے۔

۱۰۔ جس ہنسی سے وقار متاثر ہو یا رعب ختم ہو جائے، وہ بھی ممنوع ہے۔

خلاصۂ مبحث کے طور پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم نے خوشی منانے کی تائید کی ہے، لیکن یہ تائید چند ناگزیر نکات کے ساتھ مشروط ہے۔ مثلاً: ہنسی کے ابتدائی درجات، یعنی تبسّم اور ضحک کی تو اجازت ہے، لیکن قہقہہ ہر حال میں ممنوع ہے۔ ایسی ہنسی جو کسی کے تمسخر اور مذاق اُڑانے پر مبنی ہو اُس کی اجازت ہر گز نہیں۔ اِسی طرح آیاتِ قرآنیہ، احکامِ دین اور شعائرِ اسلام کا مذاق اُڑانا بھی جائز نہیں۔ مختصر یہ کہ مسلمان آپس میں شرعی پابندی میں رہتے ہوئے ہنسی مذاق تو کر سکتے ہیں، لیکن ایک دوسرے کا مذاق اُڑا نہیں سکتے۔ جو لوگ اپنے لیل و نہار قہقہوں اور طنز و مزاح میں گزارتے ہیں اور حدِ اعتدال سے نکل کر اسراف کے دائرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو آنحضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اِس فعل سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ کثرت سے نہ ہنسا کرو کیوں کہ ہنسی کی کثرت دل کو مردہ کر دیتی ہے۔ اِس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی میں خوش طبعی کو پسند فرمایا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ مزاح بھی ناپسندیدہ اور ممنوع ہوتا ہے، لیکن اگر تھوڑا ہو تو اُس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ احادیث مبارکہ میں بھی ہنسنے سے منع نہیں کیا گیا، بل کہ بہ کثرت اور بے وجہ ہنسنے کی ممانعت کی گئی ہے، کیوں کہ کسی بھی چیز کی زیادتی مضر رساں ہوتی ہے۔ بہ قول محسن نقوی:

ہر وقت کا ہنسنا تجھے برباد نہ کر دے
تنہائی کے لمحات میں کبھی رو بھی لیا کر

بلا شبہ مزاح انسانی مزاج کا ایک ناگزیر حصّہ ہے، جس کی اسلام بہ خوشی اجازت دیتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ ہنسی و ظرافت میں اعتدال و میانہ روی کا خیال رکھا جائے۔(۳۳) یہی وجہ ہے کہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے اور انسان دوسروں کی نظروں میں اپنا وقار کھو دیتا ہے، اِس لیے ضروری ہے کہ بلا ضرورت اور بے موقع ہنسی مذاق سے گریز کیا جائے، کیوں کہ مزاح وہی مسنون اور مستحب ہے، جو دائرہ متعیّن سے متجاوز نہ ہو۔

حوالہ جات

۱۔ اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، لاہور: دانش گاہِ پنجاب، جلد:۲۰، ۲۰۰۷ء، ص۵۰۷

۲۔ حالی، مولانا الطاف حسین، کلّیاتِ نثر حالی (جلد اوّل)، لاہور: مجلس ترقیِ ادب، ۱۹۶۷ء، ص۱۵۸

۳۔ ہارون الرشید، پروفیسر، اُردو ادب اور اسلام، لاہور: اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، ۱۹۶۹ء، ص۲۸۱

۴۔ ابوالبرکات بدر الدین محمد بن محمد بن محمد الغزی الشافعی، مذاق کا اسلامی تصوّر، مترجم: محمد افروز قادری چڑیاکوٹی، لاہور: نعمانی بک ڈپو، ۲۰۱۴ء، ص۷

۵۔ سورۃ النجم: ۵۳/۴۳

۶۔ مودودی، سیّد ابوالاعلیٰ، تلخیص تفہیم القرآن، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۸۶ء، ص۹۸۸

۷۔ احمد مختار عبدالحمید عمر (مؤلف)، معجم اللغۃ العربیہ المعاصرۃ (جلد اوّل)، ش۔ن: عالم الکتب، ۲۰۰۸ء، ص۲۰۶

۸۔ سورۃ النمل: ۲۷/۱۹

۹۔ ابوالحسن علی بن احمد بن محمد بن علی الواحدی، التفسیر البسیط، جلد:۱۷، ش۔ن: عمادۃ البحث علمی، ۱۴۳۰ھ، ص۱۹۲

۱۰۔ ابو عمار محمود المصری، سچے واقعات اور ہنسی مزاح کے اسلامی آداب، مترجم: حافظ یاسر عرفان، لاہور: مکتبۂ بیت الاسلام، ۲۰۰۴ء، ص۲۵

۱۱۔ سورۃ عبس: ۸۰/ ۳۹-۳۸

۱۲۔ محمد خان قادری، مفتی، علمی مقالات (جلد اوّل)، لاہور: کاروانِ اسلام پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص۱۸۰

۱۳۔ سورۃ التوبہ: ۹/۸۲

۱۴۔ سورۃ آلِ عمران: ۳/۱۷۰

۱۵۔ سورۃ القصص: ۲۸/۷۶

۱۶۔ سورۃ الانبیا: ۲۱/۴۱

۱۷۔ سورۃ ھود: ۱۱/۳۸

۱۸۔ سورۃ النسا: ۴/۱۴۰

۱۹۔ محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن (جلد اوّل)، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء، ص ۴۰۵

۲۰۔ صلاح الدین یُوسُف، حافظ، تفسیر احسن البیان، مترجم: خطیب الہند مولانا محمد جُوناگڑھی، لاہور: دارالسلام پبلشرز، ۱۹۹۸ء، ص ۲۷۲

۲۱۔ سورۃ التوبہ: ۹/ ۶۵

۲۲۔ محمد اسلم صدیقی، ڈاکٹر مولانا، تفسیر روح القرآن (جلد دہم)، لاہور: ادارہ ہُدی للنّاس، ۲۰۱۱ء، ص ۵۲۳

۲۳۔ سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۳۱

۲۴۔ عبد الرحمن، حضرت مولانا، نکات القرآن (جلد اوّل)، لاہور: المکتبۃ الاشرفیہ، ۱۹۸۷ء، ص ۶۱۰

۲۵۔ سورۃ المائدہ: ۵/ ۵۸-۵۷

۲۶۔ سورۃ الحجرات: ۴۹/ ۱۱

۲۷۔ سورۃ المطففین: ۸۳/ ۲۹

۲۸۔ رضوان ریاضی، رسول اکرم ﷺ کی ہنسی خوشی اور مذاق، دہلی: فرید بک ڈپو، ۲۰۰۶ء، ص ۱۳

۲۹۔ سورۃ الاحزاب: ۳۳/ ۲۱

۳۰۔ عبد الغنی طارق، حضرت مولانا، رسول کریم ﷺ کی مسکراہٹیں اور آنسو مع سیرت پر ایک جھلک، لاہور: طیّب پبلشرز، ۲۰۰۹ء، ص ۱۷

۳۱۔ عبد المقتدر، مولانا فاضل فتح پوری، سیرتِ طیبہ محمد رسول اللہ ﷺ، لاہور: الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، ۱۹۸۹ء، ص ۲۹۳

۳۲۔ غزالی، امام، احیاعلوم الدین (جلد سوّم)، مترجم: مولانا ندیم الواحدی، کراچی: دارالاشاعت، س۔ن، ص ۲۰۴

۳۳۔ عبد الوارث ساجد، اسلام میں تصوّرِ مزاح اور مسکراہٹیں، لاہور: نعمانی کتب خانہ، ۲۰۰۶ء، ص ۲۷